خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 24

Track - 1

71:00

''مادی جسم روح کے تابع ہے''

... اعوذ باللہ

... بسم اللہ

ان اللہ و ملائکة یصلون علی النبی ... یا یھا الذین امنوا صلو علیہ وسلم تسلیماً

... بسم اللہ

...سورة الفاتحہ

معزز خواتین و حضرات ، محترم دوستو، جناب صدر، میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے درمیان بھیجاہے اللہ تعالیٰ کا مزید شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات نے میری پذیرائی کی، مجھے عزت بخشی۔ بلاشبہ یہ کسی مقرر کی یا کسی بڑے کی وہ خوش نصیبی ہے کہ اس کو سننے کے لئے ، اس کی باتوں کوسمجھنے کے لئے افہام و تفہیم کے لئے اور کچھ سیکھنے اور سکھانے کے لئے اسے اللہ تعالیٰ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کا اجتماع نصیب کرے۔ یہ میں جو آپ حضرات کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مادی جسم اور روحانی جسم کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ مادی جسم کیا ہے اور روحانی جسم کیا ہے؟ کیا ایسا کوئی اسکول ہے یا طریقہ ہے کہ مادی جسم میں رہتے ہوئے آدمی روحانی جسم کا تعارف حاصل کرلے ، اور مادی جسم کے جذبات و احساسات کے ساتھ روحانی جذبات و احساسات کا علم حاصل کرلے؟ ہر پڑھا لکھا آدمی اس بات سے کسی بھی طرح انکار نہیں کرسکتا کہ مادی وجود کی حرکات و سکنات ، مادی وجودمیں جذبات و احساسات ، مادی وجود کے اعمال و حرکات اپنی ذاتی نہیں ہیں۔ میں آپ سے یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ یہ گفتگو ایک بالکل نئے موضوع پر ہورہی ہے ، جب کوئی بات نئے موضوع پر ہوتی ہے تو اس میں بہت ساری باتیں شعور فوراً قبول نہیں کرتا۔ تھوڑا سا زور پڑتا ہے شعور کے اوپر جب زور ڈالاجاتا ہے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی بات شعور کے اوپر وزن ڈالتی ہو ، شعور بوجھ محسوس کرتا ہو۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب میں اپنی معروضات ختم کرلوں آپ کھلے دل سے سوالات کریں۔ جن سوالات کا جواب اللہ تعالیٰ مجھے سجھا دیں گے میں انشاء اللہ آپ کو جوابات پیش کروں گا۔ اور جو سوالات میری سمجھ سے بالا ہوں گے وہ میں انشاء اللہ آپ سے معذرت کروں گا اور آئندہ پھر کسی نشست میں پھر

ایک اللہ تعالیٰ موقع عطا فرمائیں گے اس پہ گفتگو ہوجائے گی۔ انسان کا مادی
وجود کسی بھی طرح

independent

نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ پیدائش پہ ہمیں کوئی ذاتی اختیار نہیں ہے۔
ایک اللہ تعالیٰ نے مخصوص نظام پیدائش کا بنایا ہے۔ اس نظام کے تحت ہم اس
دنیا میں آجاتے ہیں۔ لیکن عملاً ہمیں اپنی پیدائش پہ کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس
نظام کے تحت بچے کسی بادشاہ کے ہاں پیدا ہوجائے، فقیر کے ہاں پیدا ہوجائے،
غریب برادری میں پیداہوجائے، کہیں بھی پیداہوجائے، اس کی اپنی خواہش یا
اپنی چوائس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ پیدائش کے بعد اس کی تمام ضروریات
کی کفالت والدین کرتے ہیں۔ جس میں سو کے حساب سے پچانوے فیصد ماں کا
حصہ ہوتا ہے ، پانچ فیصدی باپ کا حصہ ہوتا ہے۔ بچہ کوئی زبان نہیں جانتا۔
والدین جو بولتے ہیں وہ اس کی مادری زبان ہوجاتی ہے۔ والدین جس طرح کا
لباس پہنتے ہیں بچہ اسی لباس سے مانوس ہوجاتا ہے۔ والدین اگر اسے پڑھا
لکھا دیتے ہیں، تعلیم و تربیت کا انتظام کردیتے ہیں تو بچہ عالم فاضل ہوجاتا
ہے۔ والدین اگر تعلیم کا بندوبست نہیں کرتے توبچہ جاہل رہ جاتا ہے۔ پڑھنے
جب شعور پیدائشی طور پر لکھنے کے بعد اس کے اندر شعور پیدا ہوتا ہے۔
موجود تو تھا ۔ لیکن اس شعور کی ہم کسی بھی طرح کوئی تعریف نہیں
کرسکتے۔ پڑھنے لکھنے کے بعد اس کا ایک شعور بن جاتا ہے۔اب وہ یہ سوچتا ہے
کہ میں کیاہوں؟ کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ اس دنیا میں جب وہ یہ دیکھتا
ہے کہ اس کا باپ بھی چلاگیا، دادا بھی چلے گئے، ماں بھی چلی گئی، عزیز و
اقرباء بھی چلے گئے، اب لامحالہ اس کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جب میرا
باپ چلاگیا، میرا دادا چلا گیا، نانا چلاگیا تو ظاہر ہے مجھے بھی جانا ہے۔ اسے
نہیں پتہ کہ کہاں جانا ہے۔ لیکن بہرحال وہ یہ اس بات سے واقف ہوجاتاہے کہ
میں کہیں سے آتا ہوں ۔ (بھائی اگر باتیں نہ کریں تو زیادہ اچھا رہے گا)۔ بہرحال
وہ یہ بات جانتا ہے کہ میں کہیں سے آیا ہوں ۔ کچھ عرصہ مسافر کی حیثیت
سے قیام کرکے مجھے یہاں سے جانا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے اس بات کا علم
نہیں ہے کہ کہاں جانا ہے۔ مذہبی نقطہء نظر سے اسے بتایا جاتا ہے کہ بھئی
مرنے کے بعد ایک اور عالم ہے وہاں آپ جائیں گے، رہیں گے، جزا سزا ہے قانون
ہے۔ اچھے کام اگر آپ نے کئے ہیں اس کی جزا ملے گی۔ اگر اچھے کام نہیں کئے
ہیں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔یہ جو مسافرت ہے۔ ساٹھ سال، ستر سال کی
۔ اب تو عمریں کم ہوکر پچپن ، ساٹھ پر آگئی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اسّی سال
کہہ لیجئے۔ اس مسافرت میں جب وہ غور کرتا ہے تو اس کے جو جسمانی
تقاضے ہیں وہ جسم کے تابع ہر گز نہیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر اسے
بھوک لگتی ہے تو جب تک اسے بھوک کا یا کھانے پینے کا ، اشتہا کا خیال نہ آئے وہ
کچھ کھا نہیں سکتا۔ پانی پیتا ہے۔ اگر اسے پانی پینے کا خیال نہ آئے تو وہ پانی

نہیں پی سکتا۔ آپ آفس آتے ہیں ، یہاں بار میں آتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنے گھر
میں یہاں آنے کا خیال نہ آئے آپ گھر سے نہیں نکل سکتے۔ یہاں آپ بیٹھے ہوئے
ہیں۔ اگر آپ کو یہ خیال نہ آئے مجھے گھر جانا ہے۔ تو آپ اس کمرے سے باہر
نہیں جاسکتے۔ سارا سسٹم ایک، ایک میکنزم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کہ دماغ میں
خیالات کی ایک رو آتی ہے ۔ اس رو کو آپ قبول کرتے ہیں۔ اور اس رو کی
قبولیت جسمانی اور بدنی مظاہرہ ہے۔ اگر وہ رو نہ آئے خیال نہ آئے تو جسم جو
ہے بالکل معطل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا تجربہ یہ بھی ہے کہ جب
انسان کے اندر سے روح نکل جاتی ہے ، جسم موجود رہتا ہے۔ تو روح نکلنے کے
بعد اس ڈیڈ باڈی میں یا لاش میں یا مردے میں کوئی حس باقی نہیں رہتی۔ آپ
اسے جلا دیجئے جیسے ہندو جلا دیتے ہیں۔ اس لاش کی طرف سے کہیں کوئی
مزاحمت نہیں ہوگی۔ آپ اسے اسلامی طریقے کے مطابق دفنا دیجئے ۔ لاش میں
کوئی مزاحمت نہیں ہوتی۔ آپ اسے غسل دیجئے نہ دیجئے ۔ تختے پر لٹا کر اس
کے جسم کا جو لباس ہے اس کو قینچی سے کاٹئے ۔ اس کو ننگا کھلا کردیجئے ۔
بالکل کوئی مدافعت آپ کو اس کی طرف سے نہیں ملتی۔ اسی صورت سے
تاریخ انسانی میں ساڑھے تین ارب سال کی تاریخ بتاتے ہیں سائنسداں۔ یہ تو اللہ
ہی کو پتہ ہے کتنی ہے ۔ ساڑھے تین ارب سال کی تاریخ میں اور چھ ارب
انسانوں کی آبادی میں ایک مثال ایسی آپ نہیں تلاش کرسکتے کہ کسی مردے
ماں نے بچے کو جنم دیا ہو۔ کسی مردے باپ کے ہاں اولاد ہوئی ہو۔ کسی مردے
جسم نے آکر دفتر چلایا ہو۔ کسی مردے جسم نے کسی بھی قسم کی خواہش کا
اظہار کیا ہو کہ بھئی مجھے کیوں مار رہے ہو ۔ مجھے کھانے کو تو دو، پینے کو تو
دو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر جسم سے جان کا یعنی روح کا رشتہ ہے تو
جسم کے اندر جذبات و احساسات اور تقاضے ہیں۔ اگر روح کا جسم کے ساتھ
رشتہ نہیں ہے تو مردہ جسم کے نہ جذبات ہیں نہ احساسات ہیں نہ تقاضے
ہے۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ مادی جسم تابع ہے روح کے۔ مادی جسم روح کے تابع
ہے۔ مادی جسم اور روح دونوں مل کر جذبات و احساسات کا ایک عملی
مظاہرہ کرتے ہیں۔مادی جسم اگر مردہ ہے۔ تو اس کے اندر کسی قسم کا
کوئی جذبہ نہیں ہوتا۔ یہ بات آپ کی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ مادی جسم اور
روح دونوں الگ الگ بھی ہیں۔ لیکن دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم
بھی ہیں۔ اب روح کی مثال اگر سمجھنے کے لئے بیان کی جائے تو یہ عرض کیا
جائے گا کہ ہر انسان لباس پہنتا ہے۔ اون کا لباس ہو، سوت یا کاٹن کا لباس
ہو۔ نائلون کا لباس ہو، کھال کا لباس ہو۔ پتوں کا لباس ہو، کسی چیز کا لباس
ہو آدمی لباس پہنتا ہے۔ اور وہ لباس جسم کے اوپر پہنتا ہے۔ مثلاً اب ہم سب
کوٹ پہنے بیٹھے ہیں۔اگرمیں یہ چاہوں کہ میں نے جو کوٹ پہنا ہوا ہے اس کی
آستین میرے ہاتھ ہلائے بغیر ہلے تو آستین نہیں ہلے گی۔ مثلاً ایک کوٹ ہے اس
کو میز پہ ڈال دیتا ہوں۔ اور اس سے کہتا ہوں بھئی آستین ہلاؤ۔ آستین نہیں
ہلے گی۔ لیکن اگر میرے جسم پر وہ کوٹ ہے اور میں ہاتھ ہلاتا ہوں تو آستین

ہلے گی۔یہ ناممکن ہے کہ ہاتھ تو آستین ہو ہاتھ ہلے اور وہ آستین نہ ہلے۔
یعنی لباس تابع ہوا مادی جسم کے۔ بالکل یہی صورت روح کی بھی ہے کہ روح
ایک لباس بناتی ہے مادی اجزاء سے مادی عناصر سے۔ان عناصر کی ترکیب سے
جسم کو روح اپنے لئے لباس بناتی ہے۔ جب تک روح متحرک رہتی ہے۔ مادی
جسم یعنی روح کا لباس بھی متحرک رہتا ہے۔ اب جب روح اس لباس سے رشتہ
توڑ لیتی ہے بالکل اس طرح جس طرح مادی جسم نے کوٹ سے اپنا رشتہ الگ
کرلیا ہے اس کی کوئی حرکت نہیں ہے ویسے مادی جسم کی بالکل حرکت نہیں
رہتی۔اب ہم یوں کہیں گے کہ مادی جسم دراصل ہماری روح کا لباس ہے۔
لیکن روح اور جسم یعنی لباس دو نوں لازم و ملزوم ہیں۔ اولیت روح کو ہے اور
ثانوی درجہ مادی جسم کو ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ اولیت روح کو حاصل ہے
تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم روحانی علوم بڑی آسانی کے ساتھ سیکھ سکتے
ہیں۔ اگر ہم روح کا ادراک کرلیں اور روح کو سمجھ لیں۔ یہ مثال ذہن میں
رکھئے گا کہ کسی مردہ آدمی کے ذہن میں جذبات نہیں ہوتے۔ مردہ آدمی کے
شادی نہیں ہوتی۔ مردہ آدمی کے بچے نہیں ہوتے۔ مردہ آدمی کی کچھ بھی
نہیں ہوتی۔ خوش بھی نہیں رہتا۔ صبر بھی نہیں کرتا۔ دفتر بھی نہیں جاتا۔
اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ بتایا جاتا
ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس دنیا میں تشریف لائے۔ ان پیغمبروں کی
تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے ، جوہر یہ ہے کہ انسان کو بحیثیت مخلوق کے خود کو
پہچاننا چاہئیے۔ مخلوق کی تعریف یہ ہے کہ مخلوق ہمیشہ محتاج ہوتی ہے۔
خالق کی تعریف یہ ہے کہ خالق کبھی محتاج نہیں ہوتا۔ تو جب ہم اپنے حالات و
واقعات اور اپنی زندگی کے معاملات پر غور کرتے ہیں تو کوئی مخلو ق ایسی
نہیں ہے ۔ کسی مخلوق کا کوئی فرد اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں
مجبور نہیں ہوں۔ پانی پینے پر مجبور ہے۔ سانس لینے پر مجبور ہے۔ آکسیجن
لینے پر مجبور ہے۔ پیدا ہونے پر مجبور ہے ۔ بچپن سے جوان ہونے پر مجبور ہے۔
جوان سے بوڑھا ہونے پر مجبور ہے۔ بوڑھاپے سے مرنے پر مجبور ہے۔ کاروبار
کرنے پر مجبو رہے۔ پیٹ کا ایندھن جمع کرنے پر مجبو رہے۔ یعنی کسی بھی
عنوان سے کوئی ایک فرد یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری حیثیت ایسی ہے میں کسی
طرح مجبور نہیں ہوں۔ اس کے برعکس خالق بے نیاز ہے۔ وہ کسی بھی شئے کے
لئے محتاج نہیں ہے۔ تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پہلی بات تو یہ بتائی کہ
مخلوق ہمیشہ محتاج ہوتی ہے۔ اور خالق ، اللہ کبھی ذی احتیاج نہیں ہوتا۔
محتاجی کا مطلب یہ ہوا تابع ہونا۔ محکوم ہونا۔ کہ کسی کی حاکمیت کے زیر
اثر رہنے پر مجبو رہونا۔ ساتھ ساتھ انبیاء کی تعلیمات یہ بھی ہیں کہ مخلوق اگر
چاہے تو خالق سے اپنا تعلق قائم کرسکتی ہے۔ رشتہ جوڑ سکتی ہے۔ خالق سے
رابطہ کرسکتی ہے۔ اس کا طریقہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بتایا
... من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ... کہ رب کو پہچاننے کے لئے ضروری ہے کہ
آپ اپنی روح کا عرفان حاصل کریں۔ وہ کیوں کریں؟ روح کے پہچاننے کارب کو

پہچاننے سے کیا تعلق ہوا؟ وہ تعلق قرآن پاک کی تعلیمات کی روشنی میں یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ... انما امرہ اذا ارادا شیاء ان یقول لہ کن فیکون ...
جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی تخلیق کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ کہتے ہیں
کن ... ہوجا، اور فیکون ... وہ ہوجاتی ہے۔ اس بات کو سب جانتے ہیں اس میں
کوئی تخصیص نہیں ہے کہ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، یہودی کوئی بھی ہو
کہ کوئی نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ اب اس کا نام کوئی بھگوان رکھ دیتا ہے۔
کوئی رحمان رکھتا ہے۔ کوئی گاڈ رکھتا ہے۔ کوئی یزدان رکھ دیتا ہے۔ کوئی ایل
رکھتا ہے۔ کوئی ایلیاہ رکھ دیتا ہے۔ لیکن اس بات پہ پوری نوع انسانی متفق ہے
کہ کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ اس پیدا کرنے والے نے جب کن کہا تو کائنات بن گئی۔
اس کے بعد کا جو مرحلہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کو کائنات کے سامنے
پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود کو کائنات کے سامنے پیش کیا اور کہا ... الست بربکم
... ۔ سب واقف ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تشکیل فرمائی ۔ کائنات
بن گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ... الست بربکم ... میں تمہارا رب ہوں۔ اب اس
بات پہ بڑی فکر کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا رب ہوں۔ تو
کائنات نے کہا ... قالوا بلیٰ ... جی ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ جی ہاں آپ ہمارے
رب ہیں۔اس سے دو باتیں بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں کہ جب اللہ
تعالیٰ نے روحوں کو مخاطب کیا اور روحوں کو جب یہ کہا کہ میں تمہارا رب
ہوں تو روحیں اس آواز کی طرف متوجہ ہوئیں۔ یعنی روحوں نے اللہ کو دیکھا۔
ساتھ ساتھ جب روحوں نے اللہ کی آواز سنی ۔ اللہ کو دیکھنے کے بعد ، اللہ تعالیٰ
کی آواز سننے کے بعد روحوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ جی ہاں آپ ہمارے رب
ہیں۔ اب اس میں دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز ... اللہ تعالیٰ کی جب آواز
روحوں کے کانوں سے ٹکرائی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ روح کے اندر قوت
سماعت پہلی بار اللہ کی آواز بنی۔ جب روحوں نے اللہ کو دیکھا۔ اس سے پہلے
توروحوں کو ادراک بھی نہیں تھا۔ تو اس کا مطلب ہوا کہ روحوں نے جب پہلی
دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی نظر ملی ۔ روحوں کی نظر کا پہلا ٹارگٹ جو ہوا وہ اللہ
تعالیٰ کی ذات ہوا۔ تیسرا مرحلہ یہ ہوا کہ روحوں نے اللہ کو دیکھ کر ، اللہ کی
جی ہاں ! آپ ہمارے رب آواز سن کر، اللہ کا اقرار کیا۔ قالوا بلیٰ ...
ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ روح اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ روح اللہ کی آواز سن چکی
ہے۔ روح اللہ کا اقرار کرچکی ہے۔ روح اللہ کو پہچان چکی ہے۔ اگر پہچان نہ
ہوتی تو روح یہ نہ کہتی کہ جی ہاں ! ہم اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ آپ
ہمارے رب ہیں۔ یہ میں آپ کو عرض کرچکا ہوں کہ روح اگر ہے تو جسم ہے۔
روح اگر نہیں ہے تو جسم نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے آپ تمام بہن بھائیوں سے،
بچوں سے کیا آپ کے پاس ایسی کوئی مثال ہے کہ جس مثال سے آپ اس بات
کی تردید کرسکیں کہ روح اصل نہیں ہے؟ ذرا ایک منٹ غور فرمائیں بتائیے میں
جب ذرا سانس لے لیتا ہوں۔ایک مثال! آپ ما شاء اللہ سب پڑھے لکھے لوگ ہیں۔
مجھے تو بہت ہی خوشی ہے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع فراہم کیا کہ میں

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی وہ باتیں آپ کے گوش گزار کردوں جن کی تفصیلات
پتہ نہیں کیوں کتابوں میں نہیں ملتیں۔آپ مجھے بتائیے کہ زندگی کے کسی ایک
مرحلے میں آپ روح کی موجودگی کا انکار کرسکتے ہیں؟ کسی مرحلے میں؟
پیدائش سے لے کر بوڑھاپے تک اور بوڑھاپے سے لیکر موت تک۔ جی؟ نہیں
کرسکتے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل جو ہے وہ روح ہے۔ جب تک روح
مادی جسم سے یا اپنے لباس سے ہم رشتہ رہتی ہے، آدمی کے اندر حرکت باقی
رہتی ہے اور جب روح اس جسم سے یااس لباس سے اپنا رشتہ توڑ لیتی ہے تو
تمام حرکات و سکنات ختم ہوجاتے ہیں۔ اور وہ آدمی کسی کام کا نہیں رہتا یہ
اسے گڈھے میں ڈال دو یا اسے جلادو یا جو چاہے کردو۔ تو ہماری اصل روح
ہوئی۔ ہمارے جسم موجود ہیں۔ اس کے تقاضے بھی موجود ہیں ۔ ہم اس کے
کردار سے کسی بھی طرح انکار نہیں کرسکتے۔ لیکن اس کا کردار تابع ہے روح
کے۔ بالکل اس طرح جیسے میں بات کررہا ہوں ۔ کونے تک آواز اس لئے پہنچ
رہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر میڈیم بن رہا ہے۔ اگر یہ لاؤڈ اسپیکر میڈیم نہ ہو تو
ممکن ہے میری آواز وہاں تک نہ پہنچے۔ یہی صورت روح کی ہے، بجلی کی
ہے۔ اگر پنکھے چل رہے ہیں ، لائٹیں جل رہی ہیں۔ اگر پیچھے سے کنکشن ختم
ہوجائے ، انرجی آنا بند ہوجائے تو یہاں اندھیرا بھی ہوجائے گا اور پنکھے بھی بند
ہوجائیں گے۔ تو ہم یوں کہیں گے کہ پنکھا یا ٹیوب لائٹ دراصل بجلی کے
مظاہرے کرنے کا ایک روپ ہے، ایک بہروپ ہے ، ایک جسم ہے۔ اگر بجلی نہیں
ہوگی تو روشنی نہیں ہوگی۔ ایک کھلونا ہے۔ اس کھلونے میں اگر چابی نہیں
ہوگی تو کھلونا نہیں چلے گا۔ اسی طرح انسانی جسم میں اگر روح بجلی کے
قائم مقام یا چابی کے قائم مقام روح نہیں ہوگی تو انسانی جسم نہیں چلے گا۔
بات صاف ہوگئی اس میں کوئی گنجلک یا ... بات سمجھ میں آگئی ناں؟ میں نے
یہ سوچا اس کو بجائے خطاب کے ، تقریرکے ، ایک اسکول کی طرح استاد شاگرد
کی طرح ۔ بہرحال اتنی عمر تو میری ، میرا خیال ہے میری عمر کا تو کوئی
نہیں ہوگا یہاں۔ میرے سے چھوٹا ہی ہوگا۔ اچھا اب روح جو ہے وہ اللہ تعالیٰ
کے فرمان کے مطابق ، قانون کے مطابق، قرآن کے مطابق ، رسول اللہ ﷺ کے
ارشاد کے مطابق روح اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ روح اللہ کی آ واز بھی سن چکی
ہے۔ روح اللہ کا اقرار بھی کرچکی ہے۔ اگر ہم اپنی روح سے واقفیت حاصل
کرلیں ، روح چونکہ پہلے ہی اللہ کو دیکھ چکی ہے ازل میں ہم بڑی آسانی سے
اللہ کو دیکھ لیں گے۔ بڑی آسانی سے اللہ کی آواز سن لیں گے۔ بڑی آسانی سے
اللہ کو دیکھ کے اقرار کرلیں گے۔ اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ... من
عرف نفسہ فقد عرف ربہ ... جس نے اپنی روح کو پہچان لیا ، اس نے اللہ کو
پہچان لیا ہے۔ یہ کتنی اچھی بات حضورﷺ نے فرمائی ۔ میرا خیال ہے ہر آدمی نے
سینکڑوں بار یہ حدیث سنی ہوگی کہ جس نے اپنے آ پ کو پہچان لیا اس نے اللہ
کو پہچان لیا۔ جس نے روح کو پہچان لیا اس نے اللہ کو پہچان لیا۔ روح کو
پہچاننے کا مطلب یہ ہے کہ روح اللہ کا ادراک کرچکی ہے اس لئے آپ روح کے

پہچاننے سے اللہ کو پہچان لیتے ہیں۔ اب روح کو کیسے پہچانا جائے؟ روح کو کیسے پہچانا جائے۔ روح کیا ہے؟ بجلی ہے، روشنی ہے؟ نور ہے تجلی ہے؟ کوئی توانائی ہے، انرجی ہے؟ کیا چیز ہے روح؟ یہ تو ثابت ہوگیا کہ جس طرح بجلی کے بغیر کوئی بلب روشن نہیں ہوتا اس طرح روح کے بغیر کوئی انسانی جسم متحرک نہیں ہوسکتا۔ روح ایک نور ہے۔ اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس کو فرمایا ... اللہ نور السموت والارض... اللہ کا نور سماوات اور ارض کی جتنی بھی اشیاء ہیں ، ان میں زندگی کا ضامن ہے۔ نور ہوگا تو زندگی ہوگی۔ وہ پہاڑ ہو، درخت ہو، شجر ہو ، حجر ہو، زمین ہو، پانی ہو۔ نور اس کی بیس ہے ۔ اور نور اللہ کا نور جو ہے وہ روح ہے۔ اب نور کو یا روشنی کو کیسے پہچانا جائے؟ اس کا جوطریقہ ہے وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہمیں ملتا ہے ۔ اور آخری نبی الزماں ﷺ نے غار حرا میں گیان کیا ہے۔ غار حرا میں Concentration

کیا ہے۔ غار حرا میں ذہنی یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو تلاش کیا ہے اس کا نام مراقبہ ہے۔اور یہ غار حرا کا مراقبہ بھی کسی آدمی سے مخفی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے ۔ حج عمرہ کی سعادت کی، حج کی سعادت کی۔ سب کو پتہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غار حرا میں مراقبہ کیا ہے۔ مراقبہ کا مطلب ہے کہ روح کو تلاش کرنے کی جدوجہد۔ روح کو دیکھنے کے لئے ذہنی مرکزیت کا حصول ۔ تو روح سے متعارف ہونے کے لئے خیالات سے آزاد ہوکر ... دنیاوی خیالات سے آزاد ہوکر تھوڑی دیر کے لئے ... پندرہ منٹ، بیس منٹ، جتنی دیر ذہنی یکسوئی ہو روح کے اوپر

concentrate

کرنا کہ روح کیا ہے۔ دیکھئے یہ بات آپ لوگ سمجھ چکے ہیں کہ اصل روح ہے۔ مادی جسم اصل نہیں ہے۔ اور اگر نہیں کسی کی سمجھ میں آئی تو وہ بتائے ، ثابت کرے کہ مادی جسم اصل ہے ، روح نہیں ہے۔ ماشا ء اللہ سب پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ تاکہ میرے معلومات میں بھی اضافہ ہو۔ میں بہت باہر بھی جاتا رہتا ہوں۔ تقریباً میں اب تک الحمد للہ ! اللہ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ اٹھارہ ممالک میں اپنا یہ روحانی پیغام پہنچا چکا ہوں۔(کسی نے کچھ پوچھا ... کوئی سوال کیا)

ایک منٹ ایک منٹ میں نے یہ بات عرض کی تھی جو بھی بات کسی کو کرنی ہو وہ رک جائے۔ جب تقریر ختم ہوگی پھر سوال کریں گے۔دیکھئے معاف کیجئے گا ایک آداب مجلس بھی ہوتا ہے۔ میں انشاء اللہ حاضر ہوں میں۔ مجھے کوئی دعویٰ نہیں ہے میں بہت بڑا عالم ہوں لیکن جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا ہے ۔ میری جو ڈیوٹی لگی ہے پہنچانے کی، میںاپنے طور سے کوشش کرتا ہوں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ جائے۔ مراقبہ کا مطلب ہے concentration

ے کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے ذہنی مرکزیت کے ساتھ اس چیز پہ

concentrate

ہونا۔ اب یہ ایسا کنسنٹریشن ایسی چیز ہے۔ جس کو آپ دنیاوی علوم میں بھی اس سے انکار نہیں کرسکتے۔ اب ماشا ء اللہ سب وکلاء ہیں ۔ اگر آپ کو ذہنی خلفشار ہو تو آپ وکیل نہیں بن سکتے۔ پڑھائی کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو ذہنی خلفشار نہ ہو ، ذہن

concentrate

ہو آپ کا تو اس کے بعد آپ اتنے اچھے نمبر لائیں گے جتنے آپ کو ذہنی یکسوئی حاصل ہوجائے گی۔ تو روح کو تلاش کرنے کا جو طریقہ ہے وہ مراقبہ ہے۔ اور مراقبہ یہ ہے کہ ایک مخصوص وقت مقرر کرکے اپنے اندر جھانکنا۔ اپنے انر میں داخل ہوجانا۔ اس کے بے شمار طریقے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے غار حرا میں مراقبہ فرمایا۔ حضرت ابراہیم نے اللہ کو جب ڈھونڈا، تلاش کیا تو ستارے دیکھے تو کہا یہ اللہ ہے۔ یہ اللہ ہے تو کیسے ہوگا؟ یہ تو چاند نکل آیا اس سے زیادہ روشن یہ ہے اللہ ۔ چاند چھپ گیا تو سورج نکل آیا تو کہا یہ بہت روشن ہے یہ اللہ ہے۔ جب سورج کو زوال ہوا تو کہا زوال ہونے والی ہستی اللہ کیسے ہوسکتی ہے۔ یہ جو تفکر ہے یہ بھی مراقبہ کی تعریف میں آتا ہے۔ ڈھونڈنا، تلاش کرنا، ریسرچ کرنا یہ سب مراقبہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ آسان ترین طریقہ مراقبہ کا نماز ہے۔ لیکن چونکہ نمازم میں یکسوئی نہیں ہوتی ۔ اور یکسوئی اس لئے نہیں ہوتی کہ ہم نے کبھی یکسو ہونے کی پریکٹس نہیں کی۔ نماز تو ہم پڑھتے ہیں۔ لیکن پریکٹس نہیں کرتے کہ یار جب ہم مطالعہ کرتے ہیں ، کوئی کیس بناتے ہیں، ساری ساری رات بیٹھ کے کتابیں دیکھتے رہتے ہیں اس کیس کے متعلقہ کبھی ہمیں کسی اور کا خیال نہیں آتا ، نمازمیں ہی خیال کیوں آتا ہے؟ وہاں جب آپ کو وکالت پڑھاتے ہوں گے۔ میں نے تو پڑھی نہیں۔ اس بات کی بھی پریکٹس کراتے ہوں گے کہ جب کسی کیس کو آپ بنائیں تو اس کے جتنی بھی دفعات ہیں ان دفعات کو ذہن میں رکھ کر اس کی فلمیں بنائیں۔ اگر وہ دفعات آپ کے ذہن میں نہیں ہوں گے تو آپ اچھے وکیل نہیں ہوں گے ۔ اگر ذہنی انتشار ہوگا ۔ گھر کا خیال ، اس کا خیال، اس کا خیال، اس کی پریشانی تو آپ مقدمہ کی کاروائی صحیح نہیں کرسکتے۔ مقدمہ صحیح نہیں چلاسکتے۔ علیٰ ھذا القیاس ایک خاتون ہیں ۔ وہ گھر میں کھانا پکارہی ہیں اور ان کو ذہنی انتشار ہے۔ ہوسکتا ہے نمک زیادہ ہوجائے۔ ہوسکتا ہے مرچیں زیادہ ہوجائیں۔ ہوسکتا ہے سالن جل جائے۔ کہیں بھی آپ ذہنی مرکزیت سے انکار نہیں کرسکتے۔ روح کو تلاش کرنے کی جو ذہنی مرکزیت ہے ۔ یہ جو پریکٹس ہے ، اس کا نام مراقبہ ہے۔ اب اس کے بے شمار طریقے ہیں۔ پہلی کلاس ، دوسری کلاس، تیسری کلاس۔ اس کے لئے ضروری ہے ، کسی بھی علم کو سیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کوئی استاد تلاش کریں۔ بڑھئی کا کام سیکھیں گے تب استاد چاہئیے۔ اب

آپ ماشاء اللہ اتنے پڑھے لکھے لاء کالج چاہئے۔ علیٰ هذا القیاس ۔ میرا خیال ہے
اتنا کافی ہے۔اس کے بعد آپ حضرات چاہیں تو سوال کرسکتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ حدیث جو آپ نے پڑھی ہے ... من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ...)
اس کا آپ نے ترجمہ فرمایا کہ جس نے اپنی روح کو پہچان لیا۔ نفس وہ شئے ہے
جس کے لئے موت ہے ... کل نفس ذائقة الموت ۔ لیکن روح کا لفظ قرآن پاک
میں ہے احادیث میں نہیں ہے۔ روح کا جسم سے جدا ہوجانا۔ روح کا عالم ارواح
میں چلے جانا۔ تو نفس اور روح کی وضاحت فرمائیں(

جواب: کل نفس ذائقة الموت ... قرآن پاک کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
جو بھی نفس یہاں پیدا ہوا ، دنیا میں آیا اس کو اس دنیا سے جانا ہے۔ موت کا
مطلب ہے انتقال ہونا، منتقل ہونا ہے۔ اور اس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کل نفس
ذائقة الموت ... ہر آدمی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ایک لفظ کے معانی اور
مفہوم بہت سارے ہوتے ہیں۔ چونکہ من عرف نفسہ ... رسول اللہ ﷺ کا ارشاد
گرامی ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچانا ۔ نفس کا مطلب اپنا آپ ہے۔ تو اپنا آپ
کی جو میں نے تشریح آپ کے سامنے عرض کی کہ ہمارا اپنا آپ جو ہے وہ ہماری
روح ہے۔ اس لئے کہ یہ جسم کے جتنے بھی تقاضے ہیں یہ روح کے تابع ہے۔ اب
رہا یہ کہ روح مرتی نہیں ہے۔ تو موت کا ترجمہ مرنا نہیں ہے۔ موت کا ترجمہ
ہے نقل مکانی۔ انتقال ہونا۔ دیکھئے موت نہیں کہتے ... موت تو کوئی اور لفظ ۔
موت جو ہے عربی کا لفظ ہے ۔ ساتھ ساتھ انتقال کا بھی ایک لفظ بولا جاتا ہے۔
کہ آدمی کا انتقال ہوگیا یعنی منتقل ہوگیا۔ نفس سے مراد ذات۔ جس نے اپنی
ذات کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اب اگر آپ اس کو جسمانی اعتبار سے
بھی غور و فکر کریںتب بھی مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔ مثلاً اب انسانی جسم ہے ۔
اب انسانی جسم ایک مشین کی طرح ہے۔ مشین ہے یہ۔ اس میں دل ہے، گردے
ہیں، پھیپھڑے ہیں۔ میں لندن بھی گیا تھا تو وہاں میں نے اس کا حساب کتاب
لگایا تھا ہڈیوں کا۔ کہ یہ جو ہڈیوں کا اسٹرکچر ہے اگر یہ سارا اسٹرکچر خریدا
جائے ۔ یعنی ہاتھ کی ہڈی، پیٹھ کی ہڈی، اس کی ہڈی ۔ تو وہ پونڈ کے حساب
سے میں نے حساب لگایا تو وہ دو کروڑ روپے کا اسٹرکچر ہے۔ اس میں ابھی یہ
دل گردے، پھیپھڑے کچھ بھی نہیں آیا۔ تو اگر آپ جسمانی اعتبار سے ، نفس کو
جسم ہی قرار دے دیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے سامنے یہ بات آئے گی
کہ دو کروڑ روپے کا اسٹرکچر ہر وقت ، یعنی اللہ تعالیٰ کے دو کروڑ روپے آپ
استعمال کرتے ہیں۔ دل گردے، پھیپھڑے تو بالکل ہی الگ ہیں۔ تو نفس سے میں
نے جو مفہوم لیا ہے وہ یہ ہے نفس سے مراد جس نے اپنے آپ کو پہچانا ۔ جس
نے اپنی ذات کا عرفان حاصل کیا۔ اور ذات کو جو میں نے اپنی جو مجھے تھوڑا
بہت اللہ نے علم عطا کیاہے اس کے مطابق آپ کو بتایا ہے۔ کہ جسم جو ہے وہ
اصل نہیں ہے۔ جسم روح کا لباس ہے۔ اور موت کا مطلب بھی انتقال ہونا بھی،
نقل مکانی بھی ہے۔ اور روح نقل مکانی کرتی ہے۔

(سوال ....)

اور کسی کو بھی موقع دے دیجئے میرا خیال ہے۔

(سوال ....موت کی کیفیات کے حوالے سے فرمائیے)

جواب: کیفیات تو جب میں مروں گا جب بتاؤںگا ابھی تو میرے اوپر وہ کیفیات مرتب ہی نہیں ہوئی۔ بھئی انسان کے لئے تقاضے مختلف ہیں۔انسان کے تقاضے مختلف ہیں، انسان کا جسم مختلف ہے۔ انسان کا قد کاٹھ مختلف ہے۔ سبھی کچھ مختلف ہے۔

(............ سوال ... روح نقل مکانی کرتی ہے)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ برزخ کے نام سے کیا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب ہم کن کے بعد جہاں بھی تھے ۔ اس کو عالم ارواح کہا گیا ہے۔ عالم ارواح سے ہم اس دنیا میں آئے۔ اب یہ نہیں ہے کہ فوراً عالم ارواح سے نکلے یہاں آگئے۔ بہت سارے اس کے بعد مدارج ہیں۔ بے شمار مدارج ہیں۔ یہاںآنے کے بعد پھر ہم دوبارہ برزخ میں جائیں گے ۔ تو برزخ کا مطلب ہے پردہ۔ مرج البحرین ......بینهم برزخ ......۔ برزخ کہتے پردے کو۔ تو عالم ارواح سے اس دنیا میں جب ہم آتے ہیں توبیچ میں ایک پردہ ہے، برزخ۔ یہاں سے جب ہم عالم ارواح میں دوبارہ جاتے ہیں پھر بیچ میں ایک پردہ ہے برزخ۔ تو روح جو ہے یہاں سے جانے کے بعد برزخ میں رہتی ہے۔ اب اس کی پھر تشریحات ہیں۔ جیسے سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لیکن آنے جانے کے درمیان ایک پردہ ہے۔ اس کو برزخ کہتے ہیں۔ اور جس طرح ہم عالم ارواح سے اس دنیا میں آئے ہیں ، مختلف مدارج سے گزر کر اسی صور ت سے جب ہم منتقل ہوتے ہیں اس دنیا سے دوسری دنیا میں اس کے بعد جب جب ہم ، مثلاً حشر و نشر ، نفخ صور، یوم المیزان، حساب کتاب، جنت دوزخ، ابد، ابدالآباد۔ یہ ساری درجہ بندی ہے۔تو یہاں سے جانے کے بعد روح جو ہے وہ برزخ میں رہتی ہے۔ اور وہاں سے آتے ہوئے بھی برزخ میں قیام کرکے اس دنیا میں آتی ہے۔

(سوال : مختلف جگہوں پہ مراقبہ ہالز ہیں ۔ ان کے بارے میں اس سیٹ اپ کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں)

ہمارا جو مشن ہے۔ مشن کے حوالے سے میں آپ سے عرض کررہا ہوں ۔ ایک بزرگ حضرت قلندر بابا اولیا کراچی میں قیام فرماتے تھے۔ ان کا وصال ہوگیا ہے۔ ان کا مزار بھی کراچی میں ہی ہے۔ میں نے الحمد للہ! ان کی خدمت میں شب و روز سولہ سال گزارے ہیں۔ انہوں نے یہ مشن میرے سپرد کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی روحانی علوم آپ کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔ نہایت بے سروسامانی کے عالم میں شروعات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے وسائل بنائے۔سب سے پہلے میں نے ایک اخبار نکلا کرتا تھا حریت ، اس میں کالم لکھنا شروع کیا۔ اس کے بعد مختلف

اخباروں میں، مختلف رسائل میں لکھتا رہا، لکھتا رہا۔ پھر جنگ میں ، میں آگیا
ہوں۔ اس کا مجھے یاد ہی نہیں کتنے سال سے لکھ رہا ہوں۔ پہلے وہ روحانی
ڈاک کے نام سے کالم چھپتا تھا۔ آج کل پیراسائیکالوجی کے نام سے چھپتا ہے۔ اس
کے بعد ایک رسالہ نکال لیا ، روحانی ڈائجسٹ کے نام سے۔ الحمد اللہ ! وہ بہت
بڑا پرچہ ہے۔ دو اس کے ایڈیشن نکلتے ہیں۔ ایک پاکستان سے نکلتا ہے۔ ایک
برطانیہ سے نکلتا ہے۔ ہم نے کوشش یہ کی کہ انسان جو دکھ اور بے سکونی کے
عالم میں مبتلا ہے۔ اس کو سکون آشنا کیا جائے۔ سمجھ میں یہ بات آئی کہ اگر
انسان اپنی اصل سے واقف ہوجائے گا تو اس کو سکون ملے گا۔ اس لئے کہ اصل
سے واقف ہونے کے بعداسے اللہ تعالیٰ کے تعارف سے جتنی اللہ تعالیٰ توفیق
عطافرماتے ہیں حاصل ہوجاتا ہے۔ اس میں یہ ہم نے مراکز کھولے۔ جگہ جگہ ،
جگہ جگہ مراکز کھولے۔ کراچی سے وہ شروع ہوا۔اس کے بعد پھر ہم نے لاہور
میں ایک مرکزکھولا۔ مزنگ میں میاں مشتاق احمد عظیمی صاحب ، جو وہ کالم
نگار بھی ہیں فیملی اخبارکے ۔ اس وقت میرے برابر میں بیٹھے ہیں۔ پھر باہر
سلسلہ شروع ہوگیا۔ اب تک ہمارے یہاں انہوں نے تعارف کرایا تھا اسّی مراقبہ
ہالز ہیں۔ میرا خیال ہے کچھ یہ ہوگیا ... تہتّر مراقبہ ہالز ہیں۔ تہتر سینٹر ہم
نے اپنی تعلیمات کو سکھانے کے لئے قائم کئے ہیں۔ اس کا مرکز کراچی میں ہے۔
ہمارا منشاء اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ آدمی پرسکون زندگی سے آشنا
ہوجائے ۔ اور اس کو اپنے خالق اللہ کا زیادہ نہیں تو کچھ نہ کچھ تعارف حاصل
ہوجائے۔ اس کے علاوہ ہمارا کوئی مشن نہیں ہے۔ یہی ہم پڑھاتے ہیں۔ یہی
ہم سکھاتے ہیں۔ اس وقت تک میں نے اللہ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ چوبیس
کتابیں لکھی ہیں۔ جس میں سے دو کتابیں مشن کی ترویج کے لئے رسول اللہ ﷺ
کی سیرت طیبہ سے متعلق ہیں۔ کہ حضور پاک ﷺ کو مشن پھیلانے میں کتنی
تکالیف برداشت کرنی پڑیں ۔ اور کیا کیا مسائل ان کے سامنے آئے۔ مراقبہ ہال
میں ہمارے ہاںجتنے بھی صاحبان آتے ہیں ۔ ہم ایک تو ان کا علاج کرتے ہیں۔ ہم
روحانی علاج کرتے ہیں۔ رنگ و روشنی سے علاج کرتے ہیں۔ روشنی سے علاج
کرتے ہیں۔ اور کلر سے علاج کرتے ہیں۔ میں نے ایک کتاب رنگ و روشنی سے
علاج بھی لکھی ہے۔ اور ایک کتاب کلر تھراپی بھی لکھی ہے۔ اور یہ جو مشن ہے
ہمارا اس سے ہم الحمد اللہ کسی سے فیس نہیں لیتے۔ کسی سے کوئی مطالبہ
نہیں کرتے۔ اب سوال لوگ کرتے ہیں جی آپ فیس بھی نہیں لیتے ، کسی سے
مطالبات بھی نہیں کرتے تو پھر یہ اتنا بڑا سیٹ اپ آپ کا ... ہالینڈ میں آپ ہیں ،
ناروے میں آپ ہیں، فرانس میں آپ ہیں ، اٹلی میں آپ ہیں ۔ آخر یہ کیا صورت
ہے ؟ کہاں سے پیسہ آتا ہے اتنا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہم جہاں بھی سینٹر
اپنا قائم کرتے ہیں تو جہاں بھی سینٹر قائم ہوتا ہے وہ سینٹر والے خود اپنے
محدود وسائل میں رہتے ہوئے اس کا انتظام و انصرام رکھتے ہیں۔ دوسری
صورت یہ ہے کہ ہم کتابیں لکھتے ہیان کتابوں کی ہماری ایک الحمد اللہ بڑی
ایک معقول طلب ہے ۔ اس سے ہم یہ تھوڑا چھوٹا موٹا کام کررہے ہیں۔ ہمارے

پروگرام میں ڈسپنسریاں قائم کرناہے ہمارے پروگرام میں اسکول قائم کرناہے وہ تو ہم قائم کرچکے ہیں۔ ہمارے پروگرام میں خانقاہی نظام قائم کرنا ہے۔ یہ ایک ہمارا سسٹم ہے۔ اس کو شرو ع ہوئے تو بہت عرصہ ہوگیا ہے۔ لیکن اس کو بیس سال ہوگئے ہیں۔ بیس سال میں الحمد اللہ! میں تو اس کو قبولیت ہی کہتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بھی مجھے یہاں بلالیا ہے۔ ہماری بات سن لی ہے۔ میں تو اس کو اللہ کی عنایت اور اللہ کا تحفہ سمجھتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایسا موقع فراہم کردیتا ہے کہ میں ایسی جگہ چلا جاتا ہوں لوگ مجھے ایسی جگہ بلالیتے ہیں کہ میں اپنا پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ مراقبہ ہال اصل میں ایک نام ہے سینٹر کا۔ فلاں سینٹرۂ فلاں سینٹر۔ یورپ میں اگریہ ہوتا تو اس کو وہاں میڈیٹیشن سینٹر کہتے ہیں۔ہمارے ہاں اسکول بھی ہیں۔ مادی اسکول بھی ہیں۔ ساتھ ساتھ ہم روحانی اسکول بھی قائم کرتے ہیں۔ مرکز میں قلندر شعور اکیڈمی کے نام سے ہم نے ایک اسکول قائم کیا ہوا ہے ۔ اس میں ہم گریجویٹ سے کم نہیں لیتے۔ الحمد اللہ اس وقت اس میں ایک سو نوے خواتین ، مرد حضرات موجود ہیں۔ یہ ہمارا مختصر سا پروگرام ہے۔ اور اس پروگرام میں ہم کوشش یہ کرتے ہیں کہ انسان اپنی ذات سے اپنی روح سے ، اپنی انا سے واقف ہوجائے۔ روح سے واقفیت میں جو چیزیں حائل آتی ہیں ، رکاوٹ بنتی ہیں اس سے ہم لوگوں کو منع کرتے ہیں۔ مثلاً غصہ نہ کرو۔ مثلاً نفرت نہ کرو۔ کبھی کسی سے اختلاف نہ کرو۔ تفرقہ نہ ڈالو۔ رسول اللہ ﷺ سے اتنی محبت کرو کہ آپ کو یہ بتانا نہ پڑے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا امتی ہوں ۔ خود آپ کا کردار بولے کہ یہ حضور پاک ﷺ کا امتی ہے۔

(سوال.........)

جی یہاں بھی روح بدروح ایک ہی جگہ رہتے ہیں دنیا میں بھی۔ دنیا میں روح بدروح دونوں ساتھ ہی رہتے ہیں۔ بدروح کا مطلب یہ ہے جو برے اعمال کرتے ہیں۔ خوش روح کا مطلب یہ ہے کہ جو اچھے اعمال کرتے ہیں۔ تو یہ روحیں ایک ہی جگہ رہتی ہیں۔ لیکن زون الگ الگ ہے۔ زون وائز ہے۔ لیکن یہ نہیں ہے کہ بدروحیں جو ہیں وہ کسی اور شہر میں رہتی ہوں اور خوش روحیں کہیں اور رہتی ہوں۔

(کسی نے کچھ پوچھا)

نہیں آپ دوزخ اور جنت کا جو مسئلہ ہے وہ ہوگا حساب و کتاب کے بعد۔

(پھر کسی نے پوچھا)

دیکھئے بھائی بات یہ ہے علمی بات اگر ہم یہاں کریں گے تو یہ سب غلط ہوجائے گا۔ میں نے بتادیا ناں زون ، زون وائز رہتی ہیں۔زون سب کے الگ الگ ہیں۔ جی ...؟

(سوال ....)

ہمارا جو مکتبہ فکر ہے۔ اس مکتبہ فکر سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہم
جو پریشان ہیں ۔ اور ان پریشانیوں سے جو نئی نئی بیماریاں لاحق ہورہی ہیں۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ ہمارا جو رشتہ تھا وہ کمزور ہوگیا ہے۔
اللہ کے ساتھ جو یقین تھا اس یقین میں دراڑ پڑ گئی ہے۔ اگر ہم اللہ کے ساتھ
اپنے رشتے کو مستحکم اور مضبوط کرلیں تو یقینا ہم اللہ کے دوست بن جائیں گے
۔ اور اللہ کے دوستوں کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ... الا ان اولیاء اللہ لا
خوف علیھم و لھم یحزنون ... کہ اللہ کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا۔
ظاہر ہے جب انسان کی زندگی سے خوف اور غم نکل جائے گا تو سوائے سکون
کے ، راحت کے اور خیر کے کیا چیز رہ جائے گی؟ ہم اللہ کا زبانی تذکرہ تو بہت
کرتے ہیں ۔ لیکن اندرونی طور پر اللہ کے ساتھ جو ہمارا رشتہ ہے وہ نہیں ہے۔
جس طرح ہم زبان سے دعویٰ کرتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ... قولوا
اسلمنا ... یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ... ولما یدخلوالایمانک فی قلوبکم ...
لیکن ابھی ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ ایمان کی کمزوری سے بے
سکونی ہوتی ہے۔ پریشانی ہوتی ہے۔ بے یقینی ہوتی ہے۔ وسوسے آتے ہیں۔
اور ان وسوسوں کی بنیاد پر ظاہر ہے آدمی کی نیند بھی خراب ہوتی ہے۔ معدہ
بھی متاثر ہوتا ہے۔ جھنجھلاہٹ بھی آتی ہے۔ غصہ بھی آتا ہے۔ اور پھر اس کے
جو اثرات جسم پہ مرتب ہوتے ہیں اس سے نئی نئی بیماریاں ظاہر ہوتی ہیں۔
اگر کوئی بندہ اپنی روح سے واقفیت حاصل کرلیتاہے۔ لازماً وہ اللہ سے واقف
ہوجاتا ہے۔ اور جب اللہ سے واقف ہوجاتا ہے تو اللہ کا دوست بن جاتا ہے۔ اور
اس کو سکون حاصل ہوجاتا ہے۔ سکون کے بعد پرسکون آدمی اتنا بیمار نہیں
ہوتا۔ جتنا بے سکون آدمی زیادہ بیمار ہوجاتا ہے۔ ہم روحانی علاج کے ساتھ
ساتھ رنگ و روشنی سے بھی علاج کرتے ہیں۔ ایک بھائی نے لکھا ہے رنگ روشنی
سے علاج کس طرح ممکن ہے؟ اور یہ کیا تمام مریضوں پر ... کرونک مریضوں پر
اثر انداز ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ سب لوگ ذرا متوجہ ہوں کہ دنیا
میں اربوں کھربوں چیزیں ہیں۔ اربوں کھربوں چیزیں ہیں۔ کوئی ایک چیز ایسی
بتادیں کہ جو بے رنگ ہوتی ہے۔ ایک چیز۔ ہوا۔ نہیں ہوا تو آپ نے دیکھی نہیں
ناں۔ نہ ہوا تو گرین رنگ کی ہوتی ہے۔ پانی کا اپنا رنگ ہے۔ (کوئی رنگ نہیں
ہے پانی کا)۔ پانی کا رنگ تو نہیں ہے۔ پانی کے رنگ کا نام نہیں ہے۔ یہ سفید
نہیں کہہ سکتے۔ پانی کو ۔لیکن پانی بغیررنگ کے پہچانا نہیں جاتا۔ نہیں بھائی
نہیں ، پانی کا اپنا رنگ ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم اسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ سفید
ہے۔ موتی جیسا ہے۔ سیپ جیسا ہے۔ لیکن رنگ ہے وہ۔ پانی کا رنگ ہے۔ اب
اس کا ہم نام نہیں رکھتے۔ جیسے پیلا، ہرا، لال، سفید ۔اچھا جہاں تک ہوا کا
تعلق ہے ہوا چونکہ دیکھی ہی نہیں گئی ہے تو ویژن چیزوں میں آپ بتائیں ۔ جو
چیز دیکھتے ہیں آپ اس میں سے رنگ بتادیجئے۔ ایک ۔ انسان دیکھئے انسان ہے ۔
یہاں سے چلئے آپ ۔ سر کے بال ... رنگ۔ چہرے کا رنگ۔ زبان کا رنگ۔ تالو کا

رنگ۔ دانت کا رنگ۔ نرخرے کا رنگ۔ پھیپھڑوں کا رنگ۔ دل کا رنگ۔ دل کے والو کا رنگ۔ گردوں کا رنگ، پتے کا رنگ۔ مثانے کا رنگ۔ اوجھڑی کا رنگ۔ کھال کا رنگ۔ ہڈیوں کا رنگ۔ دانتوں کا رنگ۔ ناخنوں کا رنگ۔ کتنے رنگوں کا مرکب ہوگیا انسان۔ آپ بتائیے کتنے رنگ آگئے؟ خون کا رنگ۔ پیشاب کا رنگ۔ پاخانے کا رنگ۔ تو کوئی چیز بے رنگ نہیں ہے۔ نہیں آپ نہیں بتاسکتے۔ یہ تو امریکہ میں بڑا لمبا ایک جھگڑا ہوگیا تھا ٹی وی پہ میرا اس طرح تھا میں نے چیلنج کردیا تھا وہاں ۔ تو ایک سو دس فون آئے تھے ۔ اور بڑا وہاں شور مچ گیا تھا ۔لمبا چوڑا حساب کتاب ہوگیا تھا۔ کوئی یہ ثابت نہیں کرسکا تھا۔ بڑے بڑے سائنٹسٹ سے میں نے کہا کہ بتاؤ ۔ ایک بتاؤ، ایک۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زمین کے اوپر موجود یا آسمان کے اوپر موجود کوئی چیز جب بے رنگ نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے زندگی رنگ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب اس رنگ کی افادیت یہ ہے کہ اس رنگ کی مقداریں ہوتی ہیں۔ اس رنگ میں فریکوئنسی ہوتی ہے۔ اس رنگ کی طول موج ہوتی ہے۔اس رنگ میں وزن ہوتا ہے۔ اب مثلاً سرخ رنگ۔ اب اس میں دماغ میں وزن محسوس ہوتا ہے۔ نیلا رنگ اب اس میں اور طرح کا اچھا لگتا ہے۔ ہرا رنگ اس میں ہلکا پن ہوتا ہے۔ صرف دیکھنے سے آپ کی کیفیات تبدیل ہوجاتی ہیں۔ تو جب کوئی چیز بے رنگ نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رنگوں کے توازن میں اگر کمی بیشی ہوجائے تو آدمی بیمار ہوجائے گا۔ تو الحمد للہ! اللہ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ ، اور پیر و مرشد کے فیض کے ساتھ میں نے اس پہ ریسرچ کی ، کتابیں لکھیں۔ اور جب میرے پاس کوئی مریض آتا ہے ، میرے پاس یا میرے نمائندوں کے پاس تو وہ رنگ کا توازن معلوم کرتے ہیں۔ کہ کس آدمی میں کس رنگ کی کمی ہوگئی ہے۔ کس آدمی میں کس رنگ کی زیادتی ہوگئی ہے۔ تو وہ کمی زیادتی کو سامنے رکھ کے آپ اس رنگ کو اعتدال میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور آپ یقین کریں بے شمار لوگوں کو فائدہ ہوا ہے۔ بے شمار۔

(کینسر کا علاج کس طرح کریں گے؟)

کینسر ایک مرض ہے۔ پہلے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ کینسر ہوتا کیوں ہے؟ کینسر آج کل ایک عام مرض ہے۔ کینسر، گردے کے امراض، جگر کے امراض یہ عام ہیں۔ ٹی بی عام ہیں۔ اس وقت سب سے زیادہ خطرناک مرض کینسر ہے۔ ہماری تھیوری کے مطابق ۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم بالکل عقل کل ہیں ۔ ہماری تھیوری کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ ہماری تھیوری کے مطابق انسانی جسم میں اگر سرخ رنگ کی اتنی زیادہ بہتات ہوجائے کہ اس سرخ رنگ کی ہیٹ سے جسم کا کوئی حصہ جھلس جائے اور اس جسم کے جھلسے ہوئے حصے میں یعنی ٹشوز میں کوئی جرثومہ پیداہوجائے وہ کینسر بن جاتا ہے۔ ابتدائی اسٹیج میں ہم نے کوشش کی ہے ۔ الحمد للہ! اللہ نے شفا دی۔ لیکن ابھی تک ہم اس میں کامیاب نہیں ہوسکے جو کیس خراب ہوگئے وہ ٹھیک نہیں ہوئے۔ البتہ اتنا ضرور

ہے کہ انہیں بہت زیادہ تکلیف سے تھوڑی سی راحت مل گئی۔ تھوڑا سا آرام ملا ہے۔

(...........)

نہیں دیکھئے دیکھئے بات یہ ہے اب مثلاً میں خود شوگر پیشنٹ ہوں۔ تو میں اپنا روحانی علاج بھی کرتا ہوں ساتھ ساتھ دوا بھی کرتا ہوں۔

(ایک علاج پہ اکتفا کریں ناں ... یا روحانی علاج پہ یا میڈیکل علاج پہ)

نہیں میڈیکل سائنس کے ساتھ ساتھ اگر آپ دعا بھی کریں ۔ مثلاً ہم یہ کہتے ہیں صاحب فلاں چیز پڑھ کے اللہ سے دعا کرو اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا۔ تو میڈیکل سائنس اس کو منع نہیں کرتی کہ آپ اللہ کے کلام کا سہارا لیکر دعا کرلیں۔

(......... سوال ....)

...... دیکھئے معاف کیجئے گااس وقت میرے پاس

ایک صاحب نے سوال کیا کہ نماز میں یکسوئی نہیں ہوتی۔ یکسوئی سے نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے یکسوئی ہمیشہ وہاں ہوتی ہے جہاں آدمی کو دلچسپی ہوتی ہے۔ نماز میں جو ہم سورتیں پڑھتے ہیں چھوٹی چھوٹی سورتیں ہیں۔ ان سورتوں کا اگر ترجمہ یاد کرلیں اور نماز پڑھتے وقت اس کے ترجمہ پر غور کریں تو نماز میں انشاء اللہ یکسوئی ملے گی۔ ہوتا یہ ہے کہ ہم جو نماز میں سورتیں پڑھتے ہیں اس کا ہمیں ترجمہ نہیں آتا۔ تو جب ترجمہ نہیں آتا تو ظاہر ہے دھیان ادھر ادھر بھٹکتا ہے۔ مثلاً اب الحمد للہ رب العالمین ... سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔ تو اب یہ آٹومیٹک جب آپ کو ترجمہ آئے گا تو خود بخود آپ کا ذہن اس طرف جائے گا کہ اللہ ایک عالم کا رب نہیں ہے عالمین کا رب ہے۔ مثلاً اللہ کی طرف ذہن جائے گا ... اھدنا الصراط المستقیم ... تو میرا تجربہ یہ ہے کہ نماز میں جو سورتیں پڑھی جاتی ہیں ان کا ترجمہ یاد ہونا چاہئیے۔ اور نماز پڑھتے وقت اس ترجمہ پر غور و فکر کرنا چاہئیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ چونکہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی طرف غور و فکر کریں گے تو ہمارا ذہن دوسری طرف نہیں جائے گا۔ یہ بہت آسان طریقہ جو میرے تجربہ میں آیا وہ یہ ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے جی کہ قبر کا عذاب۔ قبر کا عذاب بے جان جسم کو کیسے دیا جاتا ہے؟

قبر کا عذاب یا قبر کا ثواب یہ ثابت ہے احادیث سے کہ اچھی روح ہوتی ہے وہ جنت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ جن لوگوں کے اعمال اچھے نہیں ہوتے ان کو عذاب دیا جاتا ہے۔ یہ اصل میں قرآن پاک کے حساب سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ...

وما ادرک وما علیین ... وما ادرک وما سجیین ... اے پیغمبرﷺ! آپ کیا سمجھے کہ اعلیٰ مقام کیا ہے؟ اور آپ کیا سمجھے کہ سجیین کہ جہاں گنہگار لوگ رہتے ہیں ان کا مقام کیا ہے؟ آپ فرمادیجئے کتاب المرقوم یہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔ موجودہ سائنسی دور میں اگر کتاب المرقوم کا مفہوم ، ترجمہ تو یہ ہے لکھی ہوئی کتاب۔ اگر کتاب المرقوم کا مفہوم ویڈیو کیمرے سے لے لیا جائے تو یہ قبر کا عذاب ثواب جو ہے بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ یعنی ہر انسان کے کاندھوں پر دو فرشتے ہیں جن کو کراماً کاتبین کہاجاتا ہے۔ اور وہ ریکارڈ کرتے رہتے ہیں۔ اور ان ریکارڈوں کو قبر میں دکھا دیا جاتا ہے۔ معزز حاضرین بہت آپ کا شکریہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے اچھے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے جو کچھ عرض کیا ہے ۔ آپ نے سنا۔ اگر کسی صاحب کی کسی بھی طرح دل آزاری ہوئی ہے تو میں اس کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ میں آپ سے عرض کردوں میں عمر کے لحاظ سے بھی اور ویسے بھی بہت زیادہ، میرا خیال ہے ایک گھنٹے تو ہوگیا ہوگا۔

دعا......

بسم اللہ ......

اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست ہے یہاں ہم سب لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ کے رسول محمد رسول اللہﷺ کی باتیں سننے کے لئے جمع ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہماری حاضریوں کو قبول فرمائیں۔ جو کچھ ہم نے اچھی باتیں سنی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان پر ہم کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پریشانیوں سے نجات دے۔ جو بیمار ہیں ان کو صحت عطا فرمائیں۔ ہماری اولادوں کے جو حقوق ہم پرہیں ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے رزق میں برکت عطا فرمائیں۔ ہمیں تفرقوں سے نجات دے۔ اللھم ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنا کوننا من الخاسرین ... ۔ رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ و من ذریتی ......۔ ربنا وغفرلی و لوالدین ......۔ اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار ... ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین ... برحمتک یا ارحم الراحمین ... ۔ آپ سب حضرات کا بہت شکریہ!اللہ حافظ۔ (اختتام)